خواتین کے لیے صاف ستھرا تفریحی ادب
ماہنامہ
آنچل
کراچی
سالِ نو مبارک
Naeyufaq.com

ماہنامہ آنچل کراچی

جلد	41
شمارہ	10
جنوری	2020

بانی مدیرہ	زیب النساء
مدیر اعلیٰ	مشتاق احمد قریشی
مدیرہ	قیصر آراء
نائب مدیرہ	سعیدہ نثار
گروپ ایڈیٹر	طاہر احمد قریشی
مدیرہ معاون	جویریہ احمد، روبینہ احمد

نئے افق گروپ آف پبلیکیشنز

نئے افق، آنچل، حجاب

اشتہارات و دیگر معلومات
0300-8264242

رکن آل پاکستان نیوز پیپرز سوسائٹی
رکن کونسل آف پاکستان نیوز پیپرز ایڈیٹرز
رکن چیمبر آف کامرس

naeyufaq.com

Aanchal & Hijab Official Group

/women.magazine

آنچل

ابتدائیہ

سرگوشیاں — مدیرہ — 14
حمد — حکیم خان حکیم — 15
نعت — حکیم خان حکیم — 15
درجواب آں — مدیرہ — 16

دانش کدہ

ربنا آتنا — مشتاق احمد قریشی — 20

ہمارا آنچل

انٹرویو — 24

سلسلہ وار ناول

تیری الف کے سر ہونے تک — اقرأ صغیر احمد — 26
اکائی — عشنا کوثر سردار — 94

ناولٹ

کچھ عشق تھا کچھ مجبوری — شبانہ شوکت — 122

مکمل ناول

نیلا دل — یاسمین نشاط — 56
عشقے دی ماری میں جھلی — صائمہ قریشی — 142

افسانہ

تو ہمراز میرا — نازیہ جمال — 48
اوقات سے بڑھ کر — فرح ریاض — 90
تو ملا جیسے دعا ملے — سیدہ فرحین جعفری — 174

پبلشر مشتاق احمد قریشی پرنٹر جمیل حسن مطبوعہ ابن حسن پرنٹنگ پریس ہاکی اسٹیڈیم کراچی
دفتر کا پتا: 81 ٹیپیسر بیرکس، ہاکی کلب آف پاکستان، اسٹیڈیم نزد آنچل پریس کراچی 75510

سرورق: جمائما .... عکاسی: موسیٰ رضا

مستقل سلسلے

بیاض دل	میمونہ رومان	182	یادگار لمحے	جویریہ سالک	201
ڈش مقابلہ	طلعت آغاز	184	آئینہ	شہلا عامر	205
نیرنگ خیال	ایمان وقار	188	ہم سے پوچھیے	شمائلہ کاشف	221
دوست کا پیغام آئے	ہما احمد	193	آپ کی صحت	ڈاکٹر شائستہ سرفراز	224

خط وکتابت کا پتہ: "آنچل" پوسٹ بکس نمبر 75 کراچی 74200 فون: 021-35620771/2
03008264242 یکے از مطبوعات نئے افق پبلی کیشنز۔ ای میل Info@naeyufaq.com

بیرون ممالک مقیم اُردو صارفین ہر ماہ اپنے پسندیدہ ڈائجسٹ بذریعہ ای میل پی ڈی ایف فارمیٹ میں حاصلکریں

تفصیلات کے لیے مندرجہ ذیل ای میل پر رابطہ کریں۔

urdusoftbooks@gmail.com urdusoftbooks.com

یہ سروس بذریعہ پے پال مناسب قیمت پر دستیاب ہو گی

بذریعہ ای میل رابطہ کرنے کے لیے یہاں کلک کریں

سرگوشیاں

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

جنوری ۲۰۲۰ء کا شمارہ بطور سال نو نمبر آپ کے ذوق مطالعہ کی تسکین کے لیے حاضر ہے۔

اللہ سبحان وتعالیٰ کا صد شکر ہے کہ جس نے گزشتہ سال بخیر و عافیت سے گزار دیا۔ اگرچہ اس سال زندگی کا سب سے بڑا سانحہ بھی پیش آیا اور غم کا پہاڑ ٹوٹ پڑا لیکن یہ سخت وقت بھی آپ کی دعاؤں کے طفیل گزر ہی گیا اور اللہ سبحان وتعالیٰ نے رفتہ رفتہ صبر و ہمت بھی عطا کردی۔ دعا گو ہیں کہ سال نو کا سورج اپنے ساتھ وطنِ عزیز کے لیے بے پناہ خوشیاں، کامیابیاں اور کشادہ رزق لیے طلوع ہو اور ہمارے پیارے وطن سے ہر قسم کی برائی، بدعنوانی اور ہیرا پھیری ختم ہوجائے اور ہر قسم کی اچھائی کا بول بالا قائم ہوجائے۔ ہمدردی و بھائی چارے کی فضا پروان چڑھے، ہم ایک دوسرے کا خیال اور حق ادا کرنے والے سچے کھرے مسلمان بن جائیں آمین۔

نئے سال کی آمد پر کوشش کریں کہ اپنے روٹھے ہوئے رشتہ داروں اور دوست احباب کو منائیں اور ان کے ساتھ اپنی خوشیاں اور غم بانٹیں اور بھائی چارے کی فضا پروان چڑھائیں یہ زندگی بس چند روز کی ہے اس میں لڑائی جھگڑا اور ناراضی دلوں میں رکھ کر جینے کا کیا فائدہ غم و تکلیف دور کرکے خوشیاں بانٹنے والے بننے کی کوشش کریں تاکہ آپ خود بھی پُرسکون و خوشیوں بھری زندگی گزار سکیں۔ اتنی مختصری زندگی میں ہماری ذات کسی کے لیے بھی اذیت کا باعث کیوں بنے بلکہ ہماری تو یہ کوشش ہونی چاہیے کہ ہمارا شمار خوشیاں اور آسانیاں تقسیم کرنے والوں میں ہو اور اس مقصد کے لیے ہماری بس ذرا سی کوشش ہی ہمیں کامیابی سے ہمکنار کرسکتی ہے۔ اس کے لیے ہمیں کسی بھی قسم کی اضافی محنت و مشقت کرنے کی ضرورت ہرگز پیش نہیں آئے گی۔

آج کل اس نفسانفسی کے دور میں ہر شخص دوسروں کی کاٹ میں مصروف نظر آتا ہے۔ وہ پہلے دور جیسے طور طریقے، ادب آداب، خلوص اور محبت نجانے کس دیس کے باسی ہوگئے ہیں، جب ہم ایک دوسرے سے پیار و محبت سے پیش آتے تھے۔ دوسروں کو اپنی ذات پر ترجیح دیتے تھے مگر اب جس طرف بھی دیکھا جائے وہاں صرف نفسانفسی، لڑائی جھگڑا دیکھ کر دل افسردہ اور دکھی ہوجاتا ہے۔

خدارا اس دنیا کی خاطر ذاتی مفاد کے حصول کے لیے اپنے سگے رشتوں کی بے قدری نہ کریں اور خود کو بدلنے کے لیے کوشاں ہوجائیں تاکہ ہمیں دین و دنیا کی فلاح و کامیابی نصیب ہوسکے۔

اس ماہ کے ستارے:

یاسمین نشاط، نازیہ جمال، شبانہ شوکت، سیدہ فرحین جعفری، فرح ریاض۔

اگلے ماہ تک کے لیے اللہ حافظ۔

مدیرہ

قیصر آرا

حمد

سب کچھ ملا تجھی سے اللہ ترا کرم ہے
سرشار ہوں خوشی سے اللہ ترا کرم ہے
ہر آن مجھ کو دی ہے تو نے سکوں کی دولت
خوش ہوں میں زندگی سے اللہ ترا کرم ہے
کردے معاف لغزش سرزد اگر ہوئی ہے
عاجز ہوں بندگی سے اللہ ترا کرم ہے
یہ چاند اور ستارے پاتے ہیں فیض سارے
تیری ہی روشنی سے اللہ ترا کرم ہے
ہر آن ذکر تیرا ہر آن شکر ترا
مانگوں میں کیا کسی سے اللہ ترا کرم ہے
الفاظ میں کہاں سے شایانِ شان لاؤں
عاجز ہوں آگہی سے اللہ ترا کرم ہے

نعت

لب پہ آقاؐ کا نام ہے روشن
قریۂ دل تمام ہے روشن
اسمِ احمدؐ کی روشنی سے ہی
روشنی کا نظام ہے روشن
ذکرِ خیر الانعام کے صدقے
صبح روشن ہے شام ہے روشن
جل اٹھے ہیں چراغ لفظوں کے
نعت کا اہتمام ہے روشن
عشقِ احمدؐ کے لطف سے دل میں
حسرتِ نا تمام ہے روشن
میری اوقات ہی حکیم ہے کیا؟
ان سے میرا مقام ہے روشن

(حکیم خان حکیم)

editor_aa@naeyufaq.com
www.facebook.com/EDITORAANCHAL

مدیرہ

اقرأ صغیر احمد...... کراچی

پیاری اقرأ! سدا سہاگن رہو، زندگی میں دکھ سکھ آتے ہی رہتے ہیں اور ہمارے مزاج پر ان کا اثر بھی ہوتا ہے پر کامیابی اسی میں ہے کہ دکھ میں اللہ سبحان وتعالیٰ کی رضا جان کر صبر کرلیا جائے اور سکھ میں بھی اس کی رضا جان لیں تو زیادہ خوشی ہوتی ہے۔ اس وقت آپ کی اپنی طبیعت بھی ناساز ہے اور ایسے میں جب آپ کو اولاد کی جانب سے خوشی ملنے جارہی تھی اللہ سبحان وتعالیٰ نے اس ننھی پری کو دنیا میں آنکھ کھولتے ہی اپنے پاس بلالیا۔ یقیناً یہ انتہائی دکھ کا منظر ہوگا اور آپ کے بیٹے اور بہو پر کیا گزری ہوگی۔ یہ وہی جانتے ہوں گے کہ چند ماہ انتظار کے بعد جب وہ اس خوشی کو پانے جارہے تھے کہ اللہ سبحان وتعالیٰ کے حکم سے وہ اس رحمت سے محروم ہوگئے پر صبر دینے والا بھی وہی ہے، کیونکہ وہ اپنے بندوں سے ستر ماؤں سے زیادہ محبت کرتا ہے۔ یقیناً اس کے ہر کام میں کوئی نہ کوئی بہتری پوشیدہ رہتی ہے جسے ہم انسان چاہ کر بھی نہیں سمجھ سکتے۔ دعا گو ہوں اللہ سبحان وتعالیٰ سے کہ وہ آپ اور آپ کے بیٹے و بہو کو صبر جمیل عطا فرمائے اور آپ کو صحت کاملہ وعاجلہ عطا فرمائے آمین، قارئین سے بھی دعا کے ملتمس ہیں۔

ڈاکٹر تنویر انور خان...... کراچی

پیاری تنویر! سدا شاد و آباد رہو، قلم دوستی کا حق آپ بخوبی ادا کررہی ہیں اور اس کا ثبوت ہر چند ماہ بعد آپ کی کتاب منظر عام پر آ کردے رہی ہے۔ اب اگر میں گنتی کرنے بیٹھوں تو بھول جاؤ کہ کب اور کس سن میں آپ نے لکھنا شروع کیا تھا۔ عمر کا تقاضہ ہے کیا کریں۔ پر یہ بات بھی ہے کہ جب بھی آپ کی کتاب سامنے آتی ہے یا کوئی تحریر تو پہلے اسے ترجیح دیتی ہوں۔ باقی ساری مصروفیات ایک طرف رکھ دیتی ہوں۔ آپ کی کتاب کی اشاعت کا طاہر میاں سے علم ہوا تو خوشی ہوئی۔ اللہ سبحان وتعالیٰ آپ کو سدا ایسی ہزاروں کامیابی سے ہمکنار کرتا رہے، آمین۔

نازیہ کنول نازی...... ھارون آباد

پیاری نازیہ! سدا سہاگن رہو، کافی عرصہ بعد مخاطب ہوں، اب کیا کریں کہ مصروفیت ہی ایسی ہے جیسے آپ کے ساتھ بچوں کی جن کی وجہ سے قلم کو ایک طرف رکھ کر محبت کرنے والے قارئین کو بھول ہی گئی ہیں۔ اس مصروفیات میں اگر قلم سے رشتہ جوڑا بھی جائے تو وہ بات نہ ہوگی جس سے خود کو مطمئن کرپائیں یا یوں کہیں کہ قلم کا حق ادا کیا۔ جہاں اتنا وقت صبر کیا ہے وہاں تھوڑا اور سہی کیونکہ ہمارے ساتھ قارئین کو بھی نازیہ جھیل کنارہ کنکر والی ہی چاہیے۔ اللہ سبحان وتعالیٰ آپ کو صحت کاملہ وعاجلہ عطا فرمائے اور آپ کا سایہ آپ کی اولاد پر تادیر قائم ودائم رکھے آمین۔

طیبہ عنصر مغل...... راولپنڈی

پیاری طیبہ! سدا سہاگن رہو، آپ کی طبیعت کی خرابی کا جان کر دعا گو ہوئے۔ اللہ سبحان وتعالیٰ آپ کو اور آپ کے شوہر کو صحت کاملہ اور عاجلہ عطا فرمائے آمین۔ قارئین سے بھی دعا کے ملتمس ہیں۔

شگفتہ خان...... بھلوال

پیاری شگفتہ! جگ جگ جیو، آپ کا خط موصول ہوا۔ آدھی ملاقات اچھی لگی۔ بے شک آپ ہماری پرانی قاری ہیں اور کسی وقت میں آپ کی آمد ہر سلسلے میں ہوتی تھی۔ پر اب مصروفیت کو الزام دیں یا ہمیں جو ہم آپ کو بھول گئے۔ بھولے ہرگز نہیں یقین مانیں تو ابھی کچھ دن قبل ہی ذہن پہ زور دیتے آپ کے نام کا آخری حرف یاد کررہی تھی اور آپ کا خط آ گیا۔ اس کو کہتے ہیں دل سے دل کو راہ ہوتی ہے۔ ایک عرصہ آپ غائب رہیں۔ اس دوران ایم فل کرلیا اور اسکول میں نوکری بھی یعنی استانی بن گئیں۔ اس کے علاوہ گھریلوں مصروفیات بھی رہی ہوں گی۔ آنچل کا ساتھ بھی آپ نے نہیں چھوڑا جان کر اچھا لگا لیکن جو جگہ آپ چھوڑ کر گئی تھیں وہ اب بھی خالی ہے اس کا کیا کریں؟ امید ہے آئندہ ماہ اپنی ڈاک سے اس جگہ کو پُر ضرور کریں گی۔ اللہ سبحان اللہ وتعالیٰ آپ کو صحت والی دراز عمری عطا فرمائے اور آپ کی پریشانیوں کو بھی دور فرمائے آمین۔

سحرش بھٹی...... ملتان

ربنا آتنا

مشتاق احمد قریشی

اللہ تعالیٰ نے انسانوں کے لیے ہی چاند اور سورج کا نظام قائم کیا ہے جسے دیکھ کر سمجھ کر عقل حیران رہ جاتی ہے کہ کروڑہا ستاروں سے آسمان کو کس طرح سے بھر رکھا ہے کہ اس عظیم ترین نظام میں کبھی بھولے سے بھی کوئی کمی بیشی یا کوئی اور گڑبڑ نہیں ہوتی۔ سارے کا سارا نظام شمسی اور کائنات حیرت انگیز طور پر بغیر کسی تعطل اور رخنے کے لاکھوں سال سے اللہ کے مقرر کردہ نظام کے تحت مصروف عمل ہے۔ انسان کے لیے چاند کی روشنی اور سورج کی تمازت اور روشنی اور دیگر مخلوقات الٰہی کے لیے بھی بہت اہم اور ضروری ہیں یہ سارا نظام اللہ کی بہت بڑی نعمت ہے۔ اس وسیع تر فضائے آسمانی میں کوئی ستارہ اپنے مدار سے بال برابر بھی ادھر ادھر نہیں ہوتا۔ ان کے درمیان جو توازن اور ہم آہنگی ہے اس میں اپنے حجم کے لحاظ سے یا حرارت کے لحاظ سے بھی کوئی تبدیلی نہیں ہوتی جیسا کہ سورہ مبارکہ میں ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ ”سورج اور چاند ایک حساب کے پابند ہیں۔“ اس سے اگلی آیت مبارکہ میں یہ خبر دی جارہی ہے کہ تمام ”جھاڑیاں اور درخت سجدہ ریز ہیں۔“ یہ پوری کائنات پوری طرح اللہ کی اطاعت گزار اور فرمانبردار ہے۔ ان کے خالق نے ان کے لیے جو قواعد وضوابط مقرر کیے ہیں وہ اس سے کسی طرح کبھی بھی انحراف نہیں کرتے۔ سب کا رخ اللہ کی ذات عالی کی طرف ہے جیسا کہ قرآن حکیم میں سورہ الحج کی آیت نمبر ۱۸ میں رب کائنات فرمارہا ہے۔

ترجمہ: ”کیا تو نہیں دیکھ رہا کہ اللہ کے سامنے سجدے میں ہیں سب آسمان والے اور سب زمینوں والے اور سورج' چاند' ستارے اور پہاڑ اور درخت اور جانور اور بہت سے انسان بھی۔ ہاں بہت سے وہ بھی جن پر عذاب ثابت ہو چکا ہے' جسے رب ذلیل کردے اسے کوئی عزت دینے والا نہیں' اللہ جو چاہتا ہے وہی کرتا ہے۔“ (الحج۔۱۸)

ترجمہ: ساتوں آسمان اور زمین اور جو کچھ بھی ان میں ہے سب اسی کی تسبیح کررہے ہیں۔ ایسی کوئی چیز نہیں جو اسے پاکیزگی اور تعریف کے ساتھ یاد نہ کرتی ہو مگر تم ان کی تسبیح سمجھ نہیں سکتے۔ (بنی اسرائیل۔۴۴)

ترجمہ: کیا آپ نے نہیں دیکھا کہ آسمانوں اور زمین کی کل مخلوق اور پر پھیلائے اڑنے والے تمام پرندے اللہ کی تسبیح میں مشغول ہیں۔ ہر ایک کو اپنی نماز اور تسبیح کا طریقہ معلوم ہے۔ (النور۔۴۱)

آیات مذکورہ سے یہ بات یقین تک پہنچ رہی ہے کہ زمین وآسمان کے درمیان چاہے وہ فضاء میں اڑنے والے پرندے ہوں یا دیگر حیوانات جو زمین پر چلتے پھرتے ہیں یعنی اللہ تعالیٰ کی ہر مخلوق کو اللہ تعالیٰ نے یہ علم عطا فرما رکھا ہے کہ اسے اللہ تعالیٰ کی تسبیح کس طرح کرنی ہے۔ یہ کوئی اتفاقی بات نہیں ہے کہ آسمان وزمین کی تمام مخلوقات کو کس طرح نماز اور تسبیح الٰہی کرنی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کو اپنا نائب وخلیفہ فی الارض بنایا ہے اس لیے اس پہ زیادہ ذمے داری عائد ہوتی ہے کہ وہ دیگر مخلوقات الٰہی کے مقابلے میں اپنے شعور اور ارادے کو کام میں لاتے ہوئے زیادہ سے زیادہ اطاعت وبندگی کا اظہار کرتے ہوئے اللہ کی حمد وثنا تسبیح اور نماز ادا کرے اور اگر ایسا نہیں کرے گا تو اس کی پکڑ بھی دیگر مخلوقات کے مقابلے میں کہیں زیادہ ہوگی کیونکہ دیگر مخلوقات میں صرف جنوں کو ارادے کا محدود اختیار دیا گیا ہے لیکن ان کے مقابلے میں انسان کہیں زیادہ افضل اور اعلیٰ درجات کا حامل ہے کیونکہ اس کے ذمہ اللہ تبارک وتعالیٰ کی نیابت کا فریضہ بھی ہے جسے وہ اپنی اطاعت وبندگی کے ذریعے ہی ادا کرسکتا ہے۔

سورۃ مبارکہ الرحمٰن کی آیت نمبر ۷ تا ۹ تین آیات میں اللہ تبارک وتعالیٰ آسمان کی بلندی کے ساتھ ساتھ میزان حق قائم کرنے اور میزان کو ٹھیک رکھنے کی ہدایت فرمارہا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آسمان کو جس طرح بلند کیا ہے اور ایک میزان حق تجویز کیا ہے

قسط نمبر 40

تیری زلف کے سر ہونے تک

اقرأ صغیر احمد

شکستہ خواب و شکستہ پا ہوں مجھے دعاؤں میں یاد رکھنا
میں آخری جنگ لڑ رہا ہوں مجھے دعاؤں میں یاد رکھنا
ہوائیں پیغام دے گئی ہیں مجھ کو دریا بلا رہا ہے
میں بات ساری سمجھ گیا ہوں مجھے دعاؤں میں یاد رکھنا

(گزشتہ قسط کا خلاصہ)

نوفل آفس میں شعوانہ بیگم سے ملنے کے بعد عجیب مشکل سے دوچار ہوجاتا ہے۔ ایک غصہ اور جنوں کی کیفیت میں مبتلا وہ کافی دیر سڑکوں پر گاڑی گھمانے کے بعد گھر لوٹتا ہے تو بھی اس کا دل اضطراب کا شکار رہتا ہے اس کی بکھری حالت زرقا بیگم کو تشویش میں مبتلا کردیتی ہے۔ انشراح بھی اس کی حالت دیکھ کر گھبرا جاتی ہے ایسے میں زرقا بیگم اسے سنبھالنے کی کوشش کرتی ہیں اور اسے اصرار کرکے دوا کھلا دیتی ہیں۔ شعوانہ کے اچانک آفس آنے پر وہ بھی ششدر ہوجاتی ہیں کہ اب یہ عورت ان کی زندگی میں کیا طوفان لانا چاہتی ہے۔ عمرانہ کو مدثر کے ہمراہ صالحہ کو دیکھ کر شدید نقصان کا احساس ہوتا ہے کہ وہ آج تہی دامن کھڑی ہیں جبکہ مدثر تو اپنی زندگی میں بے حد مگن اور مسرور نظر آتے ہیں۔ اپنی اس کیفیت کو وہ سب سے چھپانا چاہتی ہیں لیکن زیدان کے گریز کو سمجھ جاتا ہے۔ ایسے میں وہ زید کے سامنے سودہ کے خلاف خوب زہر اگلتی ہیں لیکن وہ خاموشی سے انہیں دل کا بوجھ ہلکا کرنے دیتا ہے لیکن اندر ہی اندر ماں کا رویہ اور بدگمانیاں اسے کسی طوفان کا پیش خیمہ لگتی ہیں۔ شاہ زیب اپنا رشتہ طے ہوجانے پر بے حد مسرور نظر آتا ہے۔ عمرانہ اور رضوانہ بیگم کے تعلقات بھی پھر سے بحال ہوجاتے ہیں اور عروہ بھی اپنے دل کو زید کی یادوں سے آزاد کرنے کی کوشش کرتی ہے۔ نوفل طبیعت سنبھل جانے پر آفس آتا ہے تو شعوانہ کے شوہر فیضان کو آفس میں دیکھ کر مزید پریشان ہوجاتا ہے۔ ہارٹ اٹیک کے بعد شعوانہ کو اپنی زندگی کا بھروسا نہیں رہتا جب ہی وہ جلد از جلد نوفل سے ملنے کی کوشش جاری رکھتی ہیں۔ فیضان شعوانہ کے سابقہ رویے کی معافی مانگتے نوفل کو عکرمہ کا حوالہ دیتا ہے لیکن نوفل اتنی جلدی معاف کردینے کی صفت اپنے اندر نہیں رکھتا اس کا بیزار رویہ فیضان کو واپس لوٹ جانے پر مجبور کردیتا ہے لیکن شعوانہ پھر بھی ہار ماننے پر آمادہ نظر نہیں آتی اور ایک دن اچانک زرقا بیگم سے ملنے کے لیے پہنچ جاتی ہیں۔ زرقا بیگم شعوانہ کو روبرو دیکھ کر حیرت سے گنگ رہ جاتی ہیں۔

(اب آگے پڑھیے)

انشراح اپنی دھن میں وہاں آتی ہے اور وہاں ماما کے ساتھ ایک بے حد حسین عورت کو دیکھ کر چونک کر رک جاتی ہے۔ اس عورت کو زاروقطار روتے ہوئے دیکھ کر وہ الجھن کا شکار ہوتی ہوئی بولی۔

''آئم سوری...... مجھے معلوم نہیں تھا یہاں گیسٹ موجود ہیں۔''

''کوئی بات نہیں بیٹا۔'' ماما کے ساتھ ساتھ انہوں نے بھی سکون کا سانس لیا وگرنہ وہ سمجھ رہی تھیں کہ نوفل آ گیا ہے اور اس کا آنا گویا قیامت کا آنا ثابت ہوتا۔ شعوانہ آنسو صاف کرنے لگیں۔

''میں جا رہی ہوں نانی کو کال کرنی ہے۔'' انشراح کو ان کے درمیان بیٹھنا نامناسب محسوس ہوا تو وہ بہانے سے کہتی ہوئی وہاں سے نکل گئی۔

''یہ بچی کون ہے؟'' انہوں نے استفسار کیا۔

''میری رشتہ دار ہے۔'' سمجھ نہیں آیا اس کا تعارف کس طرح کرائیں۔

''آپ کی رشتہ دار ہے اور حیران کن طور پر اس کی مشابہت اس خاندان کے لوگوں سے کتنی ملتی ہے۔ میں سمجھی حمرہ کی بیٹی ہے یوسف بھائی سے ملتے جلتے خدوخال ہیں قدرے مشابہت ہے ان میں۔'' وہ خاصی حیران تھیں۔

''ہوں...... کبھی کبھی ایسا ہوتا بھی ہے دراصل یوسف سے رشتہ میری فیملی کا بہت قریبی ہے سو اثر آ ہی جاتا ہے رشتوں میں۔'' جھوٹ بولنا ان کی مجبوری تھی جو بے حد مشکل لگ رہا تھا۔

''بھابی آپ سے میری التجا ہے پلیز...... آپ ہی نوفل کو راضی کر سکتی ہیں وہ آپ کی بات کبھی نہیں ٹالیں گے ان سے کہیں مجھے معاف کر دیں میں بہت بے سکون ہوں۔ عکرمہ سے میں بدنصیب معافی نہ مانگ سکی۔ مجھے احساس ہوا تو وقت گزر چکا تھا لیکن ایک عرصہ بیت گیا مجھے پرسکون نیند سوئے ہوئے۔ شکم سیری بھی میری ختم ہو گئی ہر شے مجھ سے روٹھ گئی ہے۔'' ان کی آواز پھر بھرانے لگی تھی۔

تو ہمراز ہے میرا

نازیہ جمال

خاموش شہر، برباد محبت اور آتش بارش
میں ویران آنگن اور ہم نشیں بارش
مدہوش سارا عالم میرے ساتھ رقصاں
ہم سراپا سوز و درد اور دل نشیں بارش

"سنو..... سنو عزیزان صاحبان..... شہاب بھائی کہہ رہے ہیں کل صبح ٹھیک آٹھ بجے سب تیار رہیں ورنہ گاڑی نکل جائے گی پھر نہ کہنا کہ ہمیں خبر نہ ہوئی۔" دروازے سے سر نکال کر شامی نے بلند آواز میں سب کو آگاہ کیا۔

"ہاں ہاں بے فکر رہو۔ ہم تیار رہیں گے شہاب بھائی سے کہو اگر ہم تیار ہو گئے اور ان کی گاڑی لیٹ ہو گئی پھر خیر نہیں۔" بیگ کی زپ بند کرتے ہوئے بندیا نے الٹا شامی کو جتایا۔

"بالکل، لیٹ ہونے کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا..... صبح ناشتہ کرنے میں بھی ٹائم نہیں لگائیں گے بلکہ رات کو ہی ناشتہ کر کے سو جائیں گے۔" حبہ کچھ اس مزاحیہ انداز میں بولی کہ سب مسکرا دیے۔ شامی کا رخ اب گھر کی معزز خواتین کی طرف تھا جو ہمیشہ کی طرح بڑے ہال میں موجود تھیں۔

"دی لی جنڈ لیڈیز..... آپ کو اطلاع دی جاتی ہے کہ کل صبح آٹھ بجے بلوچ فیملی کا قافلہ مری کی طرف روانہ ہو جائے گا آپ معزز خواتین میں سے جو خاتون تاخیر کا سبب بنی تو تکلف برطرف..... اسے گھر کی دیکھ بھال کے لیے چھوڑ دیا جائے گا۔" شامی کا انداز ماہر صحافی کا سا تھا۔

"آہا..... ایسے کیسے چھوڑ کر چل پڑیں گے..... میں نے تو ٹوتھ برش تک رکھ لیا ہے۔" نوشین چچی چمک کر بولیں۔

"شامی بیٹا..... بس اتنا خیال رکھنا کہ میری سیٹ کھڑکی کے ساتھ والی ہو..... وومیٹنگ کا مسئلہ ہوتا ہے مجھے۔" نازلی پھوپو دلار سے بولیں۔

"میرا بچہ شہاب..... اتنا بڑا دل کر لیا..... پورے خاندان کے لیے سفر کا خرچہ ہوٹل میں رہائش سیر سپاٹے کتنا پیسہ خرچ کرے گا میرا شاہی۔" چچی ذکیہ کا لہجہ بیٹے کی محبت سے چور تھا۔

"لاکھوں کا خرچا آئے گا۔ سنا ہے شمالی علاقہ جات میں مہنگائی آسمان سے باتیں کر رہی ہے۔ یہاں ہر چیز کو آگ لگی ہوئی ہے تو وہاں کیا ہوگا۔" ذکیہ چچی بیٹھے بیٹھے حساب کتاب میں لگ گئیں۔

"ارے بھائی لاکھوں لگ بھی جائیں تو کیا ہے؟ آخر کو تین بیٹیوں کے بعد بیٹے کی نعمت نصیب ہوئی ہے۔ شہاب خود کہتا تھا اگر اس دفعہ بیٹا ہوا تو جو ٹریٹ مانگو گے ملے گی۔ اب بچوں نے نادرن ایریاز کی سیر کی فرمائش کر دی تو کون سا خزانے کا منہ کھول دیا ہے شہاب نے بلکہ آپ تو خود کہا کرتی تھیں اگر اس دفعہ پوتا ہوا تو خاندان بھر کی دعوت کریں گی۔ دعوت پہ بھی کم و بیش ٹرپ جتنا خرچا آ جاتا۔" نوشین چچی نے فوراً حساب بے باک کیا۔ جیٹھانی کی کنجوس طبیعت پر یہ ٹرپ بھاری پڑ رہا تھا۔ خوب جانتی تھیں کتنے قیمتی تحائف تو نومولود عکراش کو دیے تھے۔ ایسے میں یہ حساب کتاب کی

باتیں انہیں بری لگ رہی تھیں۔

”یہ ٹرپ تو بہت چھوٹی ٹریٹ ہے‘ شہاب کہہ رہے تھے عکراش کی پہلی برتھ ڈے پر ہم تمام بزرگ خواتین کو سونے کا کنگن پہنائیں گے۔“ ثانیہ نے مسکراتے ہوئے بتایا‘ ساتھ ہی گود میں لیٹے تین ماہ کے عکراش کا محبت سے بوسہ لیا جس نے تین بیٹیوں کے بعد آکر ان کی خوشیاں تمام کردی تھیں۔

❀.....❀.....❀.....❀

”دیکھا نہ تھا کبھی ہم نے یہ سماں..... ایسا نشہ تیرے پیار نے دیا۔“ وہ ساری کی ساری بلند آواز میں ایک سر میں گا رہی تھیں۔

”پکی میراثنیں لگ رہی ہو۔ ذرا جو کسی ایجوکیٹڈ فیملی کی لگتی ہو‘ لگ رہا ہے کوئی دیہاتی ٹولہ پہلی دفعہ سیر پہ جارہا ہے۔“ پہلی نشست پہ بیٹھا یاسر تپ کر گردن موڑ کر بولا تو لڑکیوں کی موج مستی ڈرائیور کے سامنے بری لگ رہی تھی۔

”ایکسکیوزمی‘ دیہاتی نہیں قصباتی ٹولہ۔ واقعی پہلی دفعہ یوں اکٹھے سیر پہ جارہا ہے ورنہ تو آپ مرد حضرات ہی گرمیوں کا موسم ٹھنڈے علاقوں میں دوستوں کے ہمراہ گزار آتے ہیں اور ہم بے چاری مخلوق گھر میں اے سی‘ پنکھوں پہ گزارہ کرتی آرہی ہے۔ یہ تو بھلا ہو شہاب بھائی کا جنہوں نے اپنے فرزند ارجمند کی خاطر اتنا دل بڑا کرلیا ورنہ تو ایسے سیر سپاٹے بس خواب میں ہی ہوسکتے ہیں۔“ زوہا نے یاسر کو اچھا خاصا سنایا۔

پھر یاسر تمام راستے ہی خاموش رہا تھا۔ جب کہ لڑکیوں کی تفریح عروج پر تھی جو مری پہنچ کر تھکن کی نذر ہوگئی تھی۔

❀.....❀.....❀.....❀

اگلے دن وہ سیر کو نکل کھڑی ہوئیں۔

”زیادہ دور مت جانا‘ گروپ کی صورت میں رہنا‘ موبائل ہر وقت آن رکھنا‘ دیکھ کے چلنا.....“ نازلی پھوپو نے ہدایات کی ٹوکری ان کے سر پہ رکھ دی۔

”میں اپنے ہنی مون پہ ادھر ہی آؤں گی‘ میں نے یاسر سے کہہ دیا ہے۔“ شزا نے ہیٹ سر پہ جماتے ہوئے کہا۔ چہار سو قدرتی حسن بکھرا تھا۔ وہ ہر جگہ رک کر سیلفی لے رہی تھیں۔

”گرلز پہلے چیئر لفٹ کے مزے لے لو..... پھر بعد میں

نیلا دل

یاسمین نشاط

رات کے پچھلے پہر وقت عبادت جاناں
ہاتھ اٹھانا تو مجھے حرف دعا میں رکھنا
بے رخی کہ نہ خلاؤں میں فنا کردینا
دل کو رکھنا تو محبت کی ردا میں رکھنا

اک قصہ اڑتے پتوں کا
جو سبز رتوں میں خاک ہوئے
اک نوحہ شہد کے چھتوں کا
جو فصل گل میں راکھ ہوئے
کچھ باتیں ایسے رشتوں کیں
کچھ بیچ نگر میں ٹوٹ گئے
جو یادیں ایسے ہاتھوں کی
جو بیچ بھنور میں چھوٹ گئے
تم دشت طلب میں ٹھہر گئے
ہم قریۂ جاں کے پار گئے
یہ بازی جاں کی بازی ہے
تم جیت گئے ہم ہار گئے

یہ جوہائشی علاقے سے باہر نکلتے ہی دائیں طرف کو گنجان آباد بازار ہے ناں اس کے بائیں طرف والی دو رویہ سڑک جس کے کنارے تمام برانڈڈ دکانیں ہیں اور جو برانڈڈ نہیں ہیں ان کے آگے اسٹال لگائے کپڑے جوتے جیولری ڈھائی سو روپے کی جینز اور پندرہ سو کی لیدر جیکٹ بیچنے والے اور ان کے آگے؟ زینت ٹاور کی تہہ خانے میں بیٹھے پٹھان جو اپنی دکانوں پر چائنیز جوتوں کا انبار لگائے جس میں سارے برانڈز آپ کو حیرت انگیز قیمتوں میں مل جائیں یا ذرا آگے دائیں طرف کو چھوٹی سی دکان میں ٹوٹے خراب کھلونوں بیٹری والی گاڑیاں اور اسکوٹرز ٹھیک کرنے والا کاریگر اور اس کے ذرا آگے جا کر اوپر جاتی سیڑھیوں کے ساتھ دیوار کے ساتھ اپنی دکان سجائے میلے کچیلے کپڑوں والا موچی جس کی خود کے جوتے میں دس ٹانکے لگے ہوئے ہیں لیکن جو چیز چونکاتی ہے وہ اس کا چہرہ ہے اس کے کام اور کپڑوں سے میل نہ کھانے والا چہرہ جو دور سے ہی دیکھنے والے کو ایک کے بعد دوسری نظر ضرور ڈالنے پر مجبور کردیتا ہے آج کل حسن اتنا عام ہوگیا ہے کہ چائے والا گوشت والا اور ریڑھیوں پر آواز لگا لگا کر گول گپے بیچنے والا اور تو اور ردی خریدنے والا بھی حسن کی دولت سے مالا مال نظر آتا ہے۔ گلی گلی محلے محلے پھر کر گھروں سے کچرا اٹھانے والے اگر منہ دھولیں تو سبز آنکھوں اور صاف شفاف رنگت والے پٹھان نکلتے ہیں۔ تو وہ جو سر جھکائے ٹوٹے ادھڑے جوتوں کی سلائی کرتا تھا اپنے بکسے میں میخوں پتلے کیل اور اپنے اوزاروں کے نیچے کچھ چھپائے بیٹھا تھا۔

وہ جو نظر اٹھا کر آنے والے کو نہیں دیکھتا تھا۔ کسی سے بات نہیں کرتا تھا۔ جو ہر وقت اپنے کام میں منہمک رہتا تھا۔ اس کا انہاک ٹوٹا بھی تو کیسے؟ جب کسی نے اپنی سیاہ برانڈڈ جوتی میں مقید پاؤں کو اس کے آگے رکھ کر بے حد عام سے لہجے میں کہا تھا۔

"اسے صاف کردو۔" اور جوتی صاف کرتے ہوئے اس موچی نے نگاہ اوپر نہیں اٹھائی تھی۔

"اوپر دیکھو میری طرف؟" آواز میں تحکم بھرا ہوا تھا۔

"گناہ گار مت کریں۔" وہ کچھ اور جھک گیا۔

"کبھی تو دیکھو گے۔" پاؤں زور سے پٹخا اور رفتہ رفتہ دور ہو گیا

تھا۔ اس جوتے گانٹھنے والے نے پھٹتے' ادھڑتے دل پر بے نیازی کا پھاہا رکھا اور تیزی سے دوسرا جوتا سینے لگا تھا۔

❀ ❀ ❀ ❀

کرسی پر جھولتے ہانیہ جرار نے شیشوں کے اس پار دیکھا۔ بارش زور وشور سے برس رہی تھی' لان میں لگے سارے پودے دھل کر نکھر گئے تھے۔ سبز' سرخ' نارنجی سارے ہی رنگ لان میں بکھرے ہوئے تھے۔ اس کے خواب گاہ سے لان اور داخلی دروازہ پورا نظر آتا تھا۔ ملازمہ دروازہ بجا کر اندر آئی اور کافی کا مگ اس کے آگے رکھ گئی۔ روز کے معمول کے مطابق پوچھے جانے والا جملہ "صاحب آ گئے؟" آج اس نے نہیں دہرایا تھا۔ ملازمہ نے بھی کوئی بات نہیں کی۔ وہ کافی سے اٹھتی بھاپ کو دیکھتی رہی حتیٰ کہ کافی ٹھنڈی ہوگئی اور شیشے کے مگ پر بھی ویسے ہی قطرے ابھر آئے جو بارش کے باعث کھڑکی کے شیشے پر ٹھہر گئے تھے۔

اس نے کرسی سے ٹیک لگالی اور کمرے میں نظر دوڑانے لگی۔ ہلکا سفید اور ہلکے فیروزی کا مجموعے سے مزین یہ اس کی خواب گاہ تھی۔ اس کمرے کی ہر چیز نفیس' قیمتی' درآمد شدہ تھی' ہانیہ جرار نے از خود اس سارے کمرے کی سجاوٹ کی تھی۔

جہازی سائز خواب گاہ میں ضرورت کی ہر چیز موجود تھی۔ سوائے اس شخص کے جس کی بدولت وہ اس کمرے کی مکین ہوئی تھی۔ جرار ابشام مشہور شخصیت کا مغرور بیٹا۔ جرار ابشام...... مغرور بیوی کا مغرور شوہر۔ جس طبقے سے ان دونوں کا تعلق تھا وہاں دلی وابستگی کم ہی ہوتی تھی۔ ضرورت کے رشتے دولت کے ترازو میں تلتے اور پلڑا برابر کرنے کے لیے رشتہ داریاں بنائی جاتی تھیں۔ روپیہ پیسہ' گاڑیاں' بنگلے' غیر ملکی دورے' خریداری' دعوتیں' جعلی زندگی' جعلی محبتیں' جعلی مسکراہٹیں' اس طبقے میں احساس نام کی چڑیا کو پیدا ہوتے ہی مار دیا جاتا تھا اور حساس ہونا جرم قرار پاتا تھا۔ میک اپ کی دبیز تہوں میں چھپا چہرہ بلاٹنگ پیپر (سیاہی چوس) سے زیادہ کچھ نہ ہوتا تھا۔

ہانیہ زبیر احمد نے بھی ایک ایسے ہی طبقے میں جنم لے لیا تھا۔ جہاں ایک دوسرے کے لیے کسی کے پاس سوائے دولت کے کچھ نہ تھا۔ ہانیہ سے بڑے دو بھائی حذیفہ زبیر اور عبدالرافع زبیر باپ کے نقش قدم پر چل رہے تھے۔ ہانیہ کی پیدائش عبدالرافع سے کم وبیش پندرہ سال بعد ہوئی تو اس لیے بیگم زبیر احمد کو شرمندگی محسوس ہوتی تھی۔ انہوں نے اس کا خیال تو کیا رکھنا تھا' توجہ ہی نہ کی اور توجہ تو خیر انہوں نے بڑے بیٹوں پر بھی نہ کی تھی' آیاؤں کے رحم وکرم پر پلنے والے بچے ماں کی ممتا اور حلاوت سے ناآشنا ہی تھے۔ سو ہانیہ زبیر احمد بھی اپنے بھائیوں کی طرح

اداس مت ہو شکر کر

فرح ریاض

بھیگتے رہے ان بارشوں میں اکثر
کبھی مانگی کسی سے پناہ نہیں
حسرتیں پوری ہوں یا نہ ہوں محسن
خواب دیکھنا کوئی گناہ نہیں

اتوار کا دن تھا سب گھر پر ہی تھے۔ خوب رونق بھی لگی ہوئی تھی اور شور شرابا ہو رہا تھا۔ ہر آتے جاتے کی نظر برآمدے میں رکھے ہوئے میز پر رکھے تھیلے پر آ کر رک رہی تھی۔ چہ میگوئیاں ہو رہی تھی، اندازے لگائے جا رہے تھے۔ سب کے دل میں انفرادی طور پر لڈو پھوٹ رہے تھے، جیسے ہی ہیبہ اپنے ڈیڑھ سالہ بچے کو گود میں اٹھائے کمرے سے باہر آئی سب تتر بتر ہو گئے۔ یہ تبدیلی اس گھر میں بالکل نئی تھی کہ ہیبہ اپنی دھاک بٹھا پائی تھی۔ شاید یہ کہنا زیادہ درست ہوگا کہ یہ دھاک ہیبہ کی نہیں تھی، وجہ کچھ اور تھی۔

اس گھر میں ہیبہ اور اس کے دو بچوں کے علاوہ اس کی ساس، ایک بن بیاہی نند اور جیٹھانی اپنے تین بچوں سمیت رہتے تھے۔ سسر کو اس نے کبھی دیکھا ہی نہ تھا، اس کی شادی سے پہلے ہی وہ دنیا چھوڑ گئے تھے۔ نند شادی کی عمر پار کر رہی تھی اور بے حد تنک چڑھی ہو چکی تھی۔ پہلے پہل اسے کوئی پسند نہ آتا تھا اور اب حال یہ تھا کہ اس کو کوئی پسند نہ کرتا۔ جٹھانی نجمہ کے تین بچے سارا دن گھر میں اودھم مچائے رکھتے۔ سب سے اہم منصب ساس کا تھا۔ سارا دن نکتہ چینی کرنا کوئی آسان کام تھوڑی ہے۔ جب نکتہ چینی کر کر کے تھک جاتیں تو انہیں بادام کا شربت پلایا جاتا تا کہ دماغ کو فرحت اور تازگی حاصل ہو اور وہ دوبارہ اپنا کام اور بھی بہتر طریقے سے سرانجام دے سکیں۔

گھر کے دونوں بیٹے بیرون ملک روزگار کے سلسلے میں تھے۔ بڑا بیٹا ولید تو اپنا کاروبار جما چکا تھا اور ہیبہ کی جٹھانی نجمہ کی پانچوں انگلیاں گھی میں اور سر کڑاہی میں تھا۔ پیسے اور آسائشوں کی خوب ریل پیل تھی لیکن صرف نجمہ کے لیے۔ دوسری طرف ہیبہ کی قسمت بھی اس کے شوہر کی طرح تھوڑی سست واقع ہوئی تھی۔ فائق صاحب صرف نام کے ہی لائق فائق تھے اور آج تک سارا الزام بڑے شوق سے قسمت پر ہی دھرتے آئے تھے۔ شاید انہیں قسمت کو کوسنا اچھا لگتا تھا اور اب تو یہ ان کا پسندیدہ مشغلہ بھی بن چکا تھا۔ محنت مشقت سے ان کی کوئی خاص دوستی نہیں تھی۔ شاید وہ اپنی کامیابی کی سب سے بڑی رکاوٹ محنت کو ہی گردانتے تھے جب ہی تو اسے کبھی خاطر میں نہ لاتے تھے۔ قسمت تو ان کے پاس تھی لیکن اسے کبھی خوش قسمتی میں بدل نہ پائے تھے۔

❀......❀......❀......❀

”دیکھو ہیبہ...... ابھی تمہارے بچے چھوٹے ہیں اور ان کی ضرورتیں اور فرمائشیں کم ہیں لیکن پھر بھی دیکھو جیسے جیسے مہینے کے آخری دن قریب آتے ہیں تمہاری پریشانی کتنی بڑھ جاتی ہے۔ ہاتھ خالی ہو جاتے ہیں۔ نوبت ادھار تک آ پہنچتی ہے آخر کب تک ایسی ترسی ہوئی زندگی گزارو گی۔“ ماسی زلیخا نے ہیبہ کا سامنا حقیقت سے کروایا۔

”ماسی...... اب میں کیا کروں؟ تم تو جانتی ہو میں فضول خرچی بالکل نہیں کرتی، بہت کفایت شعار ہوں اور صرف ضرورت پڑنے پر ہی خرچ کرتی ہوں۔ میرے ہاتھ تو بندھے

آگہی

عشنا کوثر سردار

قسط نمبر 20

جس کو معلوم نہیں منزل مقصود اپنی
کتنا بے کار ہے اس شخص کا چلتے رہنا
ہم نئے خواب بنیں گے نئے منظر لے کر
نئے سورج سے کہو روز نکلتے رہنا

(گزشتہ قسط کا خلاصہ)

وقار الحق محل واپس لوٹ آتے ہیں۔ ان کی آمد جہاں نواب صاحب کو حیرت اور خوشی سے دوچار کرتی ہے وہیں ہاجرہ لال بھی ان کی آمد پر بے حد مسرور ہوتی ہیں۔ نواب صاحب کی یہی خواہش ہوتی ہے کہ اب نواب وقار الحق اپنی ذمہ داریوں کو سمجھتے ہوئے فاطمہ بی بی کو واپس محل میں لے آئیں تاکہ دونوں ایک بار پھر سے دوبارہ خوشگوار زندگی کا آغاز کرسکیں۔ یہی بات وہ وقار الحق سے کرتے ہیں تو وہ فاطمہ بی بی کو آزاد کرنے کی بات کرتے ہیں۔ اس بات پر نواب صاحب بے حد مشتعل ہوجاتے ہیں انہیں وقار الحق سے اس حماقت کی توقع ہرگز نہیں ہوتی۔ وقار الحق فاطمہ بی بی سے ملنے کی خاطر ان کے گھر جاتے ہیں تو فاطمہ بی بی انہیں اچانک سامنے دیکھ کر حیرت زدہ رہ جاتی ہیں۔ وقار الحق اپنے سابقہ رویوں کا تذکرہ کرتے شرمندہ ہوتے ہیں لیکن فاطمہ بی بی ان کے مبہم رویے پر الجھن کا شکار نظر آتی ہیں۔ وہ اپنی محبت کا تذکرہ کرتے جلد فاطمہ بی بی کی خوشی کی خاطر انہیں آزاد کرنے کا کہتے ہیں ان کی اس بات پر فاطمہ بی بی تڑپ جاتی ہیں اور وقار الحق کی محبت کی نوعیت جاننے سے قاصر رہتی ہیں۔ انہیں یہی لگتا ہے کہ وہ جنت کی باتوں میں آکر یہ سب کررہے ہیں۔ فاطمہ بی بی سے ملاقات کے دوران ہی رجت سنگھ سے بھی نواب صاحب کی ملاقات ہوجاتی ہے۔ رجت سنگھ نواب صاحب کو سامنے دیکھ کر بوکھلا جاتا ہے کہ کہیں وہ اس کے دل میں چھپے راز کو جان نہ پائیں رجت سنگھ اس بات سے بے خبر ہوتا ہے کہ نواب صاحب کو اس کے تمام جذبوں تک رسائی مل چکی ہوتی ہے۔ بہرحال وہ فاطمہ بی بی کی خوشیوں کے لیے دعاگو رہتا ہے اور بخوبی یہ بات بھی جانتا ہے کہ ان کی خوشیاں صرف نواب صاحب سے ہی وابستہ ہیں۔ جنت بی بی اپنی تمام تر سازشوں میں مکمل طور پر ناکام ہوجاتی ہیں تو ایک مرتبہ پھر ریحان میاں کی خدمات حاصل کرتی ہیں۔ نواب صاحب کی فاطمہ بی بی کے لیے محبت دیکھ کر ان کا جذبہ انتقام مزید بھڑک اٹھتا ہے جب ہی وہ ریحان میاں سے فاطمہ کے کمرے میں آگ لگادینے کا کہتی ہیں اور ریحان میاں جو پہلے ہی فاطمہ بی بی کے ٹھکرائے جانے کے غم میں مبتلا ہوتے ہیں۔ اس کام کا ذمہ اپنے سر لے لیتے ہیں۔

(اب آگے پڑھیے)

تاج بیگم کی آنکھ دروازے پر ہونے والی دستک سے کھلی دروازے پر کوئی بے صبرا بہت زور سے دستک دے رہا تھا بلکہ دروازہ

پیٹے جا رہا تھا۔ سارے ملازم جانے کہاں جا سوئے تھے۔ پورا گھر جیسے سویا ہوا محل بنا ہوا تھا۔

"کہاں مر گئے ہو سارے، کوئی ایک بھی نہیں جاگ رہا؟" تاج بیگم نے گرج دار آواز میں کہا۔ تب ہی ان کا کنڈی تک جاتا ہاتھ رک گیا، جلنے کی ناگوار بو نے نتھنوں کو چھوا تو انہوں نے پلٹ کر دیکھا، فاطمہ بی بی کا کمرہ چونکہ گھر کے پچھلے احاطے میں تھا اس لیے دکھائی تو کچھ نہ دیا۔ البتہ ماحول میں چھایا دھواں اور ناگوار بو نے تاج بیگم کے حواس بیدار کر دیے تھے۔ انہوں نے جلدی سے چٹخنی ہٹائی، وقار الحق تیزی سے اندر داخل ہوئے اور برق رفتاری سے فاطمہ بی بی کے کمرے کی طرف دوڑ لگا دی۔

تاج بیگم جو حواس باختہ چونکیں اور پھر شور مچا دیا۔ آناً فاناً سارا گھر بیدار ہو گیا تھا۔

"گھر میں آگ لگی ہے کوئی فاطمہ کو دیکھے۔" ان کے اندر بولنے کی سکت نہیں نہیں رہی۔ اس عمر میں وہ ایسے صدمات جھیلنے کے قابل نہیں رہی تھیں وہ وہیں گرنے کو تھیں جب ایک ملازم نے سنبھالا۔

"کہاں جی، آپ آرام سے موڑھے پر تشریف رکھیے۔ ہم دیکھ لیتے ہیں۔" دھواں تیزی بڑھ رہا تھا اور دوسری جانب تاج بیگم کا دماغ ماؤف ہوا جا رہا تھا۔

❁ ❁ ❁ ❁

وقار الحق پھیلتی آگ کو دیکھ کر حیران رہ گئے تھے۔ لپٹیں بڑھ رہی تھیں اور ان کی نگاہ کھڑکی سے دکھائی دیتیں بے خبر سوئی فاطمہ بی بی پر گئیں۔ وہ لمحہ فیصلہ کن تھا۔ سوچنے کا وقت نہ تھا اور وہ بے خوف و خطر آگ میں کود گئے۔ لات مار کر دروازہ توڑا اور بھاگتے ہوئے کمرے میں داخل ہوئے۔ محبت اپنے لیے سونے کا نام نہیں۔ انہیں فاطمہ سے جو محبت تھی وہ شرائط سے دور اور ہر غرض سے مبرا تھی۔

گہری نیند میں جو خواب دیکھا تھا اس نے ایک لمحے میں اٹھنے پر مجبور کر دیا تھا۔ ایسی بے چینی تھی کہ وہ تاج بیگم کے گھر پہنچ گئے۔ بنا وقت کی پروا کیے۔ محبت اپنے کی خیر خواہی چاہتی ہے۔ محبت برا نہیں چاہتی، شعوری لاشعوری طور پر محبت اپنے وصف

پا کے عشق تیرا کچھ ملا بھی نہیں

شبانہ شوکت

دعا کا ٹوٹا ہوا حرف سرد آہ میں ہے
تیری جدائی کا منظر ابھی نگاہ میں ہے
تیرے بدلنے کے باوصف تجھ کو چاہا ہے
یہ اعتراف بھی شامل میرے گناہ میں ہے

روشنیوں، اسپاٹ لائٹس، کیمروں کے فلیش اور ان رنگ برنگی روشنیوں کے جھرمٹ میں ریمپ پر چلتی وہ حسینہ جو ہر کلر کی سلولیس میکسی میں اٹھلاتی، بل کھاتی، ادائے ناز سے مسکراتی جانے کتنے خرمن دل جلاتی، آگے بڑھ رہی تھی۔ لوگ دیوانہ وار نہ صرف اسے دیکھ رہے تھے بلکہ اپنے سیل فونز میں اس کی تصویریں بھی محفوظ کر رہے تھے۔ ٹھنڈی آہیں بے اختیار دل سے نکل رہی تھی، عورتیں اسے رشک سے دیکھ رہی تھیں وہ اپنے حسن کی تابانیوں اور مبہوت کرنے والے جلوؤں سے پوری طرح آگاہ تھی، سو مسکراہٹ میں انداز دلبری و بانکپن جھلک رہا تھا۔

ارحم اور ریان بالکل سامنے کی رو میں بیٹھے تھے، ارحم نے ستائشی نظریں اس پر سے ہٹا کر ساتھ بیٹھے ریان کی طرف کیں تو وہ ساکت و جامد ایک ٹک اس حسین ماڈل کو دیکھ رہا تھا جو اب کمر پر ہاتھ ٹکائے، پوز دے رہی تھی۔ کیمرہ مین چھپاک چھپاک اس کی تصویریں کھینچ رہے تھے۔ ارحم نے حیرت سے ریان کی آنکھوں کے سامنے ہاتھ لہرایا۔

”بس کر ریان، کیا اس سے پہلے کوئی خوب صورت ماڈل نہیں دیکھی؟“ لیکن وہ ہنوز سکتے میں رہا۔

”ریان......“ اس بار ارحم نے ہاتھ پکڑ کر جھنجھوڑا۔

”آں......ہاں۔“ وہ ہڑبڑا کر حواسوں میں لوٹا۔

”صد شکر کہ تیرا سکتہ ٹوٹا، کچھ زیادہ ہی من کو بھا گئی ہے کیا؟“ ارحم نے تو از راہ تفنن کہا تھا لیکن ریان کے اجنبی سے تاثرات دیکھ کر الجھ سا گیا۔

”کیا ہو گیا ہے ریان؟“ اس نے ریان کے کندھے کو نرمی سے سہلایا۔

”کچھ نہیں، کچھ بھی تو نہیں۔“ ریان نے مسکرانے کی کوشش کی اور ارحم کو اس کی مسکراہٹ اور آواز بے حد اجنبی محسوس ہوئی تھی۔

❁......❁......❁......❁

تیز جگمگاتی لائٹس میں فاریہ دیدہ زیب لباس میں ملبوس ایک خوب صورت مسکراہٹ کے ساتھ اسٹیج پر جلوہ افروز ہوئی اور ریمپ پر چلتی ہوئی سامنے آئی، اسے دیکھتے ہی ہال تالیوں اور سیٹیوں سے گونج اٹھا، لوگ اپنے اپنے فونز کے کیمرے آن کیے ان کی تصاویر لے رہے تھے۔ کئی منچلے سیلفی میں اس کے ساتھ نظر آنے کے چکر میں گر رہے تھے، وہ جیسے ہی ریمپ کے آخر تک پہنچی اس کا چہرہ اسپاٹ لائٹس اور کیمروں کے فلیش سے جگمگانے لگا، کیمرہ مین اس کی تصاویر لینے کے لیے ایک دوسرے کو دھکے دے رہے تھے کہ کسی طرح اس کی ہر پل کو محفوظ کر سکیں۔

فاریہ کے ہونٹوں پر فخریہ اور کسی قدر مغرور مسکان ہوتی

ہے اور وہ ایک ادا سے بال جھٹک کر پیچھے کرتی ہے کہ اسے نسوانی پکار سنائی دیتی ہے، وہ ہجوم میں آواز پہچاننے کے لیے اِدھر اُدھر دیکھتی ہے کہ پھر سے اسے وہی آواز سنائی دیتی ہے، اس کی مسکراہٹ پریشانی میں بدلنے لگتی ہے۔ وہ پریشانی میں گھوم کر آواز دینے والی کو ڈھونڈنے کی کوشش میں آگے بڑھتی ہے۔ میڈیا والے اس کے پریشان تاثرات کو بھی کیچ کرنے کے لیے پہلے سے زیادہ تصاویر کھینچنے لگتے ہیں، فاریہ کے کندھے پر ایک ہاتھ آ کر رکا اور وہ جھٹکے سے پلٹی۔

"آہ......"

"اٹھ بھی جا فاریہ، کب سے جگا رہی ہوں۔" وہ اماں تھیں جو اسے جگانے کے لیے آئی تھیں۔ فاریہ نے آنکھیں کھولتے ہوئے اردگرد پھر چادر اپنے اوپر سے ہٹاتے ہوئے اپنے سادہ لباس اور عام سے حلیے کو دیکھا، اس کے لب بے ساختہ بھینچ گئے۔

"تو یہ خواب تھا؟"

"اب اٹھ جا، کیا سوچنے لگی ہے؟"

"آپ کبھی میرا ماڈلنگ کا شوق پورا نہیں ہونے دینا، جب جہاں اور جیسے میرا فوٹو سیشن اسٹارٹ ہوتا ہے آپ آجاتی ہیں میرے سویٹ ڈریمز کا ستیاناس کرنے۔" وہ جھلا کر اماں سے مخاطب ہوئی اور آگے سے بے بھاؤ کی سننی پڑیں۔

"بڑی آئی سویٹ ڈریمز والی۔" وہ شروع ہوتیں تو چپ کروانا مسئلہ۔ وہ چادر پھینک کر اٹھ بیٹھی۔ اسے ڈراموں فلموں کا بے تحاشہ شوق تھا بلکہ یہ اس کا واحد شوق تھا جو جنون کی حد تک پہنچا گیا تھا، کوئی فلم ایسی نہ تھی جو فاریہ نے نا دیکھی ہو، ڈرامے نا صرف دیکھتی بلکہ شیشے کے سامنے کھڑے ہو کر اپنی پسندیدہ اداکارہ کی نقل بھی اتارتی، اس کی کزن علیزے ٹی وی ڈراموں میں بطور سائیڈ کریکٹر میں کام کرتی اور وہ واحد کزن تھی جسے فاریہ خود فون کر کے کرید کرید کر ہر بات پوچھتی تھی۔

"فاریہ او فاریہ، اٹھ جا اب، چل وہاں کوٹھی میں عنایہ بی بی تیرا انتظار کر رہی ہو گی۔" اماں کو معلوم تھا کہ وہ اور کسی طرح نہ سہی لیکن عنایہ کے نام پر فوراً اٹھ جائے گی۔ عنایہ

حصہ 13

عشق تمہارے سنگ چلا

صائمہ قریشی

بادل جو گرجتے ہیں وہ برسا نہیں کرتے
محسن کبھی احسان کا چرچا نہیں کرتے
آنکھوں میں بسا لیتے ہیں روٹھے ہوئے منظر
جاتے ہوئے لوگوں کو پکارا نہیں کرتے

(گزشتہ قسط کا خلاصہ)

ہاجرہ کی خواہش سن کر سب حیران رہ جاتے ہیں پر حکم اللہ کسی بھی صورت یہ بات ماننے کو تیار نہیں ہوتے۔ جمشید بھی اس کی خواہش کی مخالفت کرتا ہے۔ کلیم اللہ حکم اللہ کو حالات بدل جانے کا احساس دلاتے ہیں۔ حسن کلیم اللہ کے ساتھ واپس چلا جاتا ہے۔ وہ جلد از جلد فجیعہ سے مل کر اسے ساری حقیقت بتانا چاہتا ہے۔ پر فجیعہ اب وہاں نہیں ہوتی جہاں وہ چھوڑ کر گیا تھا۔ وہ پریشان ہو جاتا ہے اور ایسے میں اسے کلیم اللہ سنبھالتے ہیں۔ آغا حویلی میں دل بہار بانو واپس آ جاتی ہیں۔ رضا انہیں دیکھ کر حیران ہوتا ہے۔ راضیہ دل بہار بانو سے مل کر خوشی کا اظہار کرتی ہیں حکیم اللہ دل بہار بانو کو دیکھ کر غصہ کا اظہار کرتے ہیں۔ جمشید اور شمع کے درمیان کشیدگی برقرار رہتی ہے۔ شمع چاہتی ہے کہ جمشید ہاجرہ اور رضا کے رشتہ کو قبول کرلے جب کہ جمشید ایسا سننا بھی نہیں چاہتا ہے۔ تب ہی شمع جڑواں بچوں کو جنم دیتی ہے۔ بچوں کو دیکھ کر جمشید کا رویہ کچھ نرم ہوتا ہے۔ دل بہار بانو رضا سے معافی مانگتی اسے ساری سچائی بتاتی ہیں کہ کیسے انہوں نے اسے اس کے باپ کے حوالے کر دیا تھا۔ بدلے میں رضا انہیں سب بھول جانے کا کہتا ہے۔ حسن فجیعہ کو ڈھونڈنے میں ناکام ہو جاتا ہے۔ کلیم اللہ اسے واپس پاکستان چلنے کا کہتے ہیں پر وہ انکار کر دیتا ہے۔ کلیم اللہ اس کو دل بہار بانو اور رضا کی ملاقات بتاتے ہیں۔ تب حسن رضا سے بانو آپا کا نمبر لینے کا کہتا ہے۔ دل بہار بانو رضا اور ہاجرہ کا نکاح کروا کر واپس چلی جاتی ہیں ہاجرہ آغا حویلی سے رضا کے کمرے میں آ جاتی ہے تب حسن کا فون آتا ہے اور وہ رضا سے بانو آپا کا نمبر مانگتا ہے اور ساتھ ہی فجیعہ کے نا ملنے کی خبر بھی دیتا ہے۔ ہاجرہ حسن کو فجیعہ کے نہ ملنے پر خوش ہوتی ہے اور شمع کو فون کر کے یہ خبر سناتی ہے۔ شمع اسے سمجھاتی ہے۔ عبدالمعیز کو شفیق کے ساتھ پاکستان جانا ہوتا ہے وہ وجاہت کی فیملی سے ملنا چاہتے ہیں تاکہ وجاہت اور سکینزہ کے رشتے کو آگے بڑھا سکیں لیکن وہ سکینزہ کی تنہائی کا سوچ کر پریشان ہوتے ہیں۔ ایسے میں وجاہت انہیں تسلی دیتا ہے اور بے فکر ہو کر پاکستان جانے کا کہتا ہے۔ آٹھ سال بعد بانو آپا حسن سے رابطہ کرتی ہیں اور اسے فجیعہ کے پاس لے جاتی ہے۔ فجیعہ حسن کے انتظار میں ہوتی ہے اسے دیکھتے ہیں وہ مر جاتی ہے۔ تب بانو آپا حسن کو سکینزہ اور ایک خط دیتی ہیں جو فجیعہ نے اس کے لیے چھوڑا تھا۔ عبدالمعید شفیق کے ساتھ پاکستان چلے جاتے ہیں۔

(اب آگے پڑھیے)

جوں جوں جہاز کی پرواز بلند ہو رہی تھی عبدالمعید کی دھڑکنوں کا انتشار بھی بڑھ رہا تھا۔ نہ جانے کتنے سالوں کے بعد وہ اس سرزمین پر قدم رکھنے والے تھے جس سے انہیں بے تحاشا پیار تھا لیکن اس سرزمین کو چھوڑ دینا اور قطع تعلقی برتنے پر انہیں

کوئی اختیار نہ تھا۔ جو کچھ ان کے اپنوں نے ان کے ساتھ کیا تھا اس کے بعد ان کا دل ہر چیز سے اچاٹ ہو گیا تھا۔ انہیں اپنے ملک میں کوئی دلچسپی نہیں رہی تھی، ان رشتوں کی ضرورت نہیں رہی تھی، ماں باپ کے بعد اگر کوئی اپنا ہوتا ہے تو وہ بہن بھائی ہوتے ہیں لیکن ان کے بھائی نے ماں باپ کی زندگی میں ہی ان پر ایسا وار کیا تھا کہ ان کی ساری زندگی تہہ و بالا ہو کر رہ گئی تھی، اب وہ بھائی بھی ان کے لیے غیر ہی تھا۔ اپنوں کے بارے میں سوچتے وہ لمحہ بہ لمحہ بلند ہوتی پرواز کو دیکھ رہے تھے۔

"کاش زندگی ایسی نہ ہوتی، اس مقام پر میں ایسے تنہا نہ ہوتا، کاش میں اپنے آپ کو اتنا کمزور نہ ثابت کرتا، اگر میں لوٹ گیا تھا تو کاش فجیعہ مجھے چھوڑ کر نہ جاتی، وہ جانتی تھی کہ میں اکیلے کچھ بھی نہیں کر سکوں گا۔ اگر وہ چلی گئی تھی تو کاش سکیزہ کی ذمہ داری مجھ پر نہ ڈال کر جاتی۔ کاش وہ وقت اتنا بے رحم نہ ہوتا۔" عبدالمعید کی سوچیں اور ان کی زندگی میں انجانے میں سرزد ہونے والی غلطیاں اب پچھتاوے کی صورت انہیں کہیں چین نہ لینے دے رہی تھیں۔ ان کی زندگی کے بہت سے کاش انہیں افسردہ کر رہے تھے۔

ان کے لیے سکیزہ کے حوالے سے کوئی بھی فیصلہ اس لیے بھی مشکل تھا کہ انہیں ڈر تھا کہ فجیعہ کے ساتھ کی گئی بے وفائی کو کہ ان کا اپنا فیصلہ نہیں تھی لیکن کہیں اس مکافاتِ عمل کی زد میں ان کی سکیزہ نہ آجائے۔ وجاہت بظاہر انہیں بہت مضبوط نظر آرہا تھا انہیں لگتا تھا وہ کچھ نہ کچھ اختیار رکھتا ہے اگر وہ کوئی فیصلہ کرتے ہیں تو انہیں یہ یقین تھا کہ وجاہت اس قابل ہے کہ کسی بگڑی بات کو سنوار سکے۔ اس یقین کے باوجود انجانے خوف انہیں کسی پل چین نہ لینے دے رہے تھے۔

جہاز کے پہیوں نے جب سرزمین پاکستان کو چھوا تو بے اختیار ان کی آنکھیں بھیگنے لگیں۔ اس وطن سے سارے ناطے توڑنے اور کبھی پلٹ کر نہ آنے کا وعدہ ٹوٹا تو ان کا دل بھی اپنوں کے لیے مچلنے لگا۔ وہ اپنے جن سے سارے تعلق توڑ کر وہ ہمیشہ کے لیے اپنے وطن کو خیر آباد کہہ چکے تھے۔ انہیں یاد آنے لگا کہ انہی اپنوں نے انہیں جلاوطنی بخشی تھی۔ وہ انہیں معاف تو کر سکتے تھے لیکن ان کے درمیان جانے کا اب تصور بھی نہیں کر سکتے تھے۔

شفیق کے ساتھ وہ ان کے گاؤں (جو کسی طرح بھی کسی چھوٹے سے شہر سے کم نہ تھا) پہنچ گئے تھے۔ سپر اسٹورز، مارکیٹ اور دائیں بائیں بنی خوب صورت کوٹھیاں کو عبدالمعید حیرت سے دیکھ رہے تھے۔

"پچھلے چند سالوں میں یہاں جو ترقی ہوئی ہے وہ قابل تحسین ہے، ہر سہولت موجود ہے، یہ علاقہ اب کسی شہر سے کم

تیرا آنا جیسے دعا میری

سیدہ فرحین جعفری

سنو ہر اک سے یہ نہ کہنا کہ تیرے ہیں فقط تیرے
یہ راز چھوٹ جائیں تو بڑی تکلیف ہوتی ہے
امیدوں سے ہوتی ہیں وابستہ زندگی فراز
امیدوں ٹوٹ جائیں تو بڑی تکلیف ہوتی ہے

محبت الہام کی طرح دل کے نہاں خانوں میں اترتی ہے جیسے تپتی دھوپ میں کوئی شجر سایہ دار حبس کے موسم میں بارش کی ٹھنڈی پھوار ریت کے صحرا میں پانی کی چند بوندیں گویا آب حیات۔ جسے اندھیری رات میں چمکتا ہوا چاند اور ٹھنڈی چاندنی...... وہ بھی رفتہ رفتہ اس کے دل میں بسنے لگی تھی۔ اس کے ہونے کا احساس ایسا جیسے صبح کی ٹھنڈی اور تازہ ہوا فجر کا پُرسکون ماحول محبت قطرہ قطرہ اس کے دل پر بوندوں کی طرح برس رہی تھی۔ ایک سحر اسے اپنے حصار میں قید کر رہا تھا' کسی کا معصوم سوگوار چہرہ اسے اپنے دل کے بہت قریب محسوس ہونے لگا تھا۔ وہ دن بدن کسی کی محبت میں گرفتار ہونے لگا تھا اور دل کے معاملے میں زور کہاں چلتا ہے' کب' کہاں' کس پتا جائے...... یہ پتا ہی نہیں چلتا' بس دل دھڑکتا ہے تو ایک ہی نام سنائی دیتا ہے۔

❁......❁......❁......❁

"نہال بیٹا...... اٹھو۔" امی کے پریشانی سے پکارنے پر وہ گھبرا کے اٹھا۔ صبح ایک آفس میٹنگ کے سلسلے میں اسے اسلام آباد جانا تھا' وہ رات ہی ساری تیاری کر کے جلدی سو گیا تھا اور اب گہری نیند میں تھا یوں اٹھائے جانے پر وہ گھبرا گیا تھا۔

"بیٹا...... اٹھو جلدی سے گاڑی نکالو۔" نصرت جہاں ایک بار پھر گھبرائی ہوئی آواز میں بولیں۔

"کیا ہوا امی؟" وہ بستر چھوڑ کر اٹھ کھڑا ہوا۔

"بیٹا...... وہ عروسہ بے ہوش ہو گئی ہے عالیہ باہر پریشان کھڑی ہے اسے اسپتال لے کر جانا ہے۔" امی خود بھی بہت گھبرائی ہوئی رونے والی ہو رہی تھیں۔ مختصر الفاظ میں اپنے ہمسائے میں رہنے والی عالیہ آنٹی اور ان کی اکلوتی بیٹی کا بتایا۔ وہ جلدی سے کار کی چابی اٹھا کر بھاگا تھا' نظر دیوار پر لگی گھڑی پر گئی وہ رات کے دو بجا رہی تھی۔

نصرت جہاں' عالیہ بیگم کے ساتھ بینچ پہ بیٹھیں انہیں تسلی دے رہی تھیں جو مستقل رو رہی تھیں۔ نہال ادھر سے ادھر ٹہلتا ہوا ڈاکٹر کا انتظار کر رہا تھا جو انتہائی نگہداشت کے وارڈ میں عروسہ کا چیک اپ کر رہے تھے۔ تقریباً بیس منٹ بعد ڈاکٹر باہر آئے' نہال تیزی سے ان کی طرف بڑھا۔

"وہ اب خطرے سے باہر ہے لیکن صبح تک انڈر آبزرویشن رکھیں گے' صبح آپ انہیں گھر لے جا سکیں گے۔" ڈاکٹر صاحب پیشہ وارانہ انداز میں مریض کی حالت بتاتے آگے بڑھ گئے جب ہی اس نے پوچھا۔

"ڈاکٹر ہوا کیا ہے؟" نہال نے جلدی سے سوال کیا۔

"کوئی گہرا صدمہ ہے یا بہت زیادہ سوچتی رہتی ہیں' نروس بریک ڈاؤن ہوا تھا' آپ ٹھیک وقت پہ اسپتال لے آئے ورنہ کچھ بھی ہو سکتا تھا۔ وہ کومہ میں بھی جا سکتی تھیں' بٹ ناؤ شی از فائن۔" ڈاکٹر صاحب تفصیل بتانے کے ساتھ تسلی دیتے ہوئے آگے بڑھ گئے۔ عالیہ آنٹی کے چہرے پر شکر کے آثار نمایاں ہوئے۔ اس نے دونوں کو گھر چلنے کا کہا لیکن عالیہ آنٹی عروسہ کے بغیر گھر جانے پر راضی نہ ہوئیں مجبوراً وہ امی کے ساتھ گھر واپس آ گیا۔

رات کے چار بج رہے تھے اور نیند اس کی آنکھوں سے کوسوں

دور تھی۔ ایک سوگوار سا معصوم چہرہ اور بے جان وجود اس کی نگاہوں میں گھوم رہا تھا۔

نہال پچھلے پانچ سال سے شہر میں اپنے ایک دوست کے ساتھ رہ رہا تھا' اس کا تعلق سندھ کے ایک دیہی علاقے سے تھا' وہ اپنے ماں باپ کی اکلوتی اولاد تھا' دو سال پہلے اپنے ابو کے انتقال کے بعد وہ نصرت جہاں کو بھی مستقل طور پر شہر لے آیا تھا' یہاں اس کی ملازمت تھی' دوست کے توسط سے شہر کے ایک گنجان آباد علاقے میں گھر لے لیا تھا تاکہ ہمسایوں کی موجودگی میں امی کو اکیلے پن کا احساس نہ ہو اور ہوا بھی یہی...... یہاں شفٹ ہو جانے کے دو ہفتے بعد ہی امی کے ذریعے عالیہ آنٹی کی فیملی سے غائبانہ تعارف ہو گیا تھا۔

تقریباً سال بھر میں وہ امی کی زبانی ہی ان کے بارے میں جان گیا تھا پھر اکثر ایک دراز قد لڑکی امی کے ساتھ کچن میں نظر آنے لگی' اپنی مصروفیت کی وجہ سے وہ زیادہ توجہ نہ دے سکا لیکن ایک دن عالیہ آنٹی کے شوہر سراج احمد جو کہ دل کے مریض تھے' ان کی اچانک طبیعت خراب ہو جانے کی وجہ سے اسے بھی ان کے گھر جانے کا اتفاق ہوا اور پھر تو جیسے وہ ان کے گھر کا حصہ ہی بن گیا۔ ان کے ہاں انکل کے علاوہ کوئی مرد نہ تھا تو امی کے کہنے پر باہر کے بہت سے کام نہال نے سنبھال لیے تھے جس کی وجہ سے عالیہ آنٹی اور سراج انکل دنوں ہی اس کے مشکور رہتے اور وہ شرمندہ۔ اس نے کئی بار ایک معصوم سے چہرے کی جھلک دیکھی تھی' یہ وہی تھی جو امی کے ساتھ کچن میں بھی نظر آتی تھی...... وہ ان کی اکلوتی بیٹی عروسہ سراج تھی۔

وہ ایک عام سی لڑکی تھی' نہ ہوش اڑا دینے والا حسین چہرہ' نہ جھیل سی گہری آنکھیں۔ دراز قد' گوری رنگت' گہری کالی اداس آنکھیں' کمر تک آتے سلکی بال جو سائیڈ کی مانگ نکالے ہمیشہ ایک چوٹی میں گندھے نظر آتی' کچھ شرارتی لٹیں چہرے کے ارد گرد بکھری رہتیں اور سوگوار چہرہ...... چہرے پر بلا کی معصومیت۔ اگرچہ پہلی مرتبہ میں متاثر کن نہیں تھا لیکن اگر کوئی بار بار اسے دیکھے تو یقیناً وہ اچھی لگنے لگتی' جیسے نہال کو...... نہال کوئی بیس' بائیس سال کا لاابالی سا لڑکا نہیں تھا' جو یونہی کسی بھی لڑکی پر عاشق ہو جاتا' وہ تیس سال کا ایک ذمہ دار نوجوان تھا جس نے کم عمری سے ہی باپ کا سہارا بننے کی کوشش کی تھی لیکن نہ جانے کیوں...... عروسہ دن بدن اسے خود سے قریب محسوس ہونے لگی تھی۔

محبت پہ کسی کا اختیار نہیں ہوتا' یہ ایک بلا کی طرح انسان پر سوار ہو جاتی ہے پھر ایک ہی نقش جیسے دل میں ٹھہر سا جاتا ہے' اس کے دل میں بھی عروسہ ٹھہر گئی تھی۔

ڈش مقابلہ

طلعت آغاز

نہاری اور کلچے

اجزاء:۔

بونگ کا گوشت	آدھا کلو
کالی الائچی	آٹھ عدد
ادرک لہسن	ایک کھانے کا چمچ
سوکھا ادرک پاؤڈر	چار کھانے کے چمچ
نمک	ایک کھانے کا چمچ
لال مرچ	ایک کھانے کا چمچ
ہلدی	ایک چائے کا چمچ
سونف	تین کھانے کے چمچ
گرم مصالحہ	ایک کھانے کا چمچ
پیاز	ایک
آٹا	چار کھانے کے چمچ
آئل	ایک کپ
ادرک	ایک انچ
ہری مرچ	آٹھ
ہرا دھنیا	چھڑکنے کے لیے

ترکیب:۔

گوشت کو ابال لیں۔ آئل میں پیاز ڈال کر فرائی کریں ساتھ ہی لہسن، ادرک اور لال مرچ ڈال کر فرائی کریں پھر نمک، ہلدی ڈال کر گوشت ڈال لیں اور اچھی طرح بھون لیں۔ جب گوشت بھون جائے تو اس میں پانی شامل کریں۔ ململ کے کپڑے میں ادرک کا پاؤڈر، کالی الائچی اور سونف ڈال کر باندھ لیں اور اب یہ پوٹلی نہاری میں ڈال دیں اور چالیس منٹ ہلکی آنچ پر پکنے دیں پھر باریک کٹی ادرک، ہری مرچ اور گرم مصالحہ ڈال کر پانچ منٹ پکا لیں۔ آٹے کو توے پر بھون کر پانی میں گھول لیں اور نہاری میں ڈال دیں گاڑھا ہونے پر اتار لیں اور کلچے کے ساتھ پیش کریں۔

نزہت جبین ضیاء.....کراچی

دھابہ چکن

اجزاء:۔

قیمہ	ایک پاؤ
مرغی	آدھا کلو
پیاز	تین عدد
ٹماٹر	پانچ عدد
ادرک	دو انچ کا ٹکڑا
ہری مرچ	دو کھانے کے چمچے
پسا لہسن	دو کھانے کے چمچ
گرم مصالحہ پاؤڈر	ایک چائے کا چمچ
لال مرچ پاؤڈر	ایک چائے کا چمچ
دھنیا پاؤڈر	ایک چائے کا چمچ
دہی	چوتھائی پیالی
دیسی گھی	آدھا پیالی
نمک	حسب ذائقہ

ترکیب:۔

ایک پین میں تیل گرم کریں اور پیاز کو سنہرا کر لیں، لہسن ادرک شامل کر کے بھونیں جب خوشبو آنے لگے تب تمام مصالحے، قیمہ، مرغی شامل کر دیں اور بھون کر سرخ کر لیں۔ دھابہ چکن میں ٹماٹر ڈال لیں اور پین کو ڈھک کر دم پر رکھیں جب پانی خشک ہو جائے اور مصالحہ تیل چھوڑ دے تو ڈش میں نکال لیں اور ہرا مصالحہ، گرم مصالحہ چھڑک کر پیش کریں۔

گلشن آرا.....ملتان

میتھی گاجر کی سبزی

اجزاء:۔

میتھی	چار گٹھی
پالک	آدھا کپ
لہسن	آٹھ جوئے

biazdill@naeyufaq.com

نیرنگ خیال

ایمان وقار

غزل

میرے دل کے نہاں خانوں میں
جہاں خواب بستے ہیں ویرانوں میں
وہاں نہ پھول کھلتے ہیں کسی زمانے میں
روح سسکیاں لیتی ہے اضطراب میں
تجھے بھول جاؤں کہاں ہے میرے بس میں
میرے جسم میں میری روح میرے درد میں
بس عکس تیرا میں رکھوں ہر حال میں
تیرے انداز وجود میں بس تو ہی تو ہے مجھ میں
میرے سانس انداز وجود میں بس تو ہی تو ہے مجھ میں
(شائستہ جٹ......چیچہ وطنی)

یہ دل بیمار کیا کرنا

جو دل کا ہو نہ مخلص اس سے آنکھیں چار کیا کرنا
کسی بے فیض کی خاطر یہ دل بیمار کیا کرنا
ضرورت معافیوں کی ہے چلو سجدے میں گر جائیں
خدا روٹھا ہوا خلق خدا سے پیار کیا کرنا
قفل ہونٹوں پہ، ہاتھوں میں لیے پھرتے ہیں دل زخمی
نگاہیں بند ہیں سب کی، غم اظہار کیا کرنا
سر بازار تیرا مول چاہوں تو لگا ڈالوں
تو ہے ہی آخری خواہش، تجھے بیکار کیا کرنا
تجھے آزاد کر کے اب گلا خود گھونٹ لیں گے ہم
بھلا فرقت میں اب تیری یہ دل سرشار کیا کرنا
محبت کے سوالوں پہ میں اتنا کہہ کے آئی ہوں
نظر اقرار کر ڈالے تو پھر انکار کیا کرنا
کبھی وعدے کیے ہم نے نہیں تھے ساتھ چلنے کے
سو، اب راہیں بدلنے پر بھلا تکرار کیا کرنا
چلو مسکان چھوڑ و بے وفا لوگوں کے قصوں کو
ذرا سی بدشگونی پر یہ دل آزار کیا کرنا
(نورین مسکان سرور......سیالکوٹ، ڈسکہ)

تو پاک آرمی

نئے دیئے کرنا ٹشن
مت اندھیروں سے تم
ڈر جانا،
گمراہ میں کانٹے آ جائیں
نہ زخموں سے
گھبرا جانا،
مانا یہ سفر آسان نہیں
نہ رستے میں تم
رک جانا
ہو، امت شیر خدا کی
ہر مشکل میں تم
ڈٹ جانا،
لگا کے نعرہ حیدری نعرہ
بس دشمن سے تم
لڑ جانا
مقصد اپنا
پا جانا
نسل کو
بچا جانا......
(ودیعہ یوسف، زماں قریشی، لانڈھی کراچی)

سنو تم لوٹ آؤ نا......

ہماری ٹوٹتی سانسیں
ہماری سوچتی آنکھیں
ہماری جاگتی راتیں
ہوا کے دوش پہ رکھی مناجاتیں
تمہیں واپس بلاتی ہیں

dkp@naeyufaq.com

دوستی کا پیغام آنچل کے نام

ہما احمد

نوٹ

ہم کئی بار آپ سب بہنوں سے درخواست کرچکے ہیں کہ آپ سب مختصر پیغام لکھ کر بھیجا کریں تاکہ زیادہ سے زیادہ بہنیں شرکت کرسکیں پھر بھی اکثر بہنیں طویل سے طویل پیغام لکھ کر بھیج رہی ہیں اوراس میں بھی لمبی لمبی شاعری لکھیں ہوتی ہے، جس کی وجہ سے اکثر بہنیں شرکت کرنے سے رہ جاتی ہیں اور پھر شکایت ہوتی ہے کہ ہم ان کے ساتھ سوتیلوں جیسا سلوک کرتے ہیں اب آپ سب ہی بتائیں ہم ایسے میں سب کی شرکت کیسے یقینی بنائیں۔ اس ہی بناء پرادارے نے یہ سخت فیصلہ کیا ہے کہ آئندہ ماہ سے طویل اور شاعری والے پیغامات کو کم جگہ دی جائے گی اور جو پیغام مختصر اور جامع ہوں گے وہ ہی شرکت کرپائیں گے۔

دشمن جاں کے نام

خزاں سے تجھ کو بچا کر رکھوں بہار تجھ پہ نثار کردوں

یہ آپ کے لیے یقیناً ایک سرپرائز ہوگا اس دفعہ میں آپ کو کچھ "وکھرے ٹائپ" سے وش کرنا چاہتی تھی۔ یقیناً آپ کو اچھا لگے گا۔ دسمبر میں آپ کی سالگرہ ہوتی ہے۔ اس موقع پر میری ساری دعائیں آپ کے ساتھ ہیں۔ میری دعا ہے کہ آپ زندگی میں بلند مقام حاصل کریں اور کامیابی آپ کے قدم چومے (آمین) خدا آپ کو لمبی عمر عطا کرے اور آپ کا ساتھ اور پیار تاحیات میرا نصیب کرے آمین۔ آپ کی سالگرہ کے پرمسرت موقع پر

میری جان آپ کو کیا تحفہ دوں؟
مسکرائیں، پھول، خوشیاں
دعائیں، نیک خواہشات، خوشبو
میرے بس میں اگر ہو تو
اپنی قسمت میں آنے والی
ہر خوشی کا تحفہ آپ کو سونپ دوں

(عائشہ پرویز...... کراچی)

حرا گل غفور اور انیلا کے نام

السلام علیکم! تمام آنچل احباب اور ہما آپی کو چاہتوں بھرا اسلام قبول ہو۔ کیسی گزر رہی ہے زندگانی۔ یقیناً مزے میں ہوں کہ ایمن غفور ہمیں آپ کی دوستی قبول ہے۔ حرا گل ہم بڑے "وہ" ہیں بھئی، کنجوس مکھی چوس۔ بھئی اتنے ماہ ہم آنچل نگری سے غائب رہے اس لیے آپ کے نام کوئی پیغام نا لکھ پائے۔ آپ ہمیشہ یاد کرتی ہو تو بہت اچھا لگتا ہے۔ خوش رہو۔ اب دعا کرنا یہ خط شائع ہوجائے۔ پیاری انیلا میں نے آپ کو دیکھا اور نا آپ نے مجھے دیکھا آپ کے بارے میں بہت کچھ سنا اور یہ جان کر بے حد خوشی ہوئی کہ آپ میری نگارشات بہت شوق سے پڑھتی ہو۔ اور کسی ماہ میں شرکت نہ کروں تو کمی محسوس کرتی ہو۔ آپ کی اس درجہ اپنائیت پر ایک عقیدت سی ہوتی ہے سدا خوش رہو۔ ثنا کنول آپ کے مطابق آپ کی اور میری کچھ عادات ملتی جلتی ہیں تو آپ بھی "ہمارا آنچل" میں شرکت کریں ہم بھی آپ کو پڑھنا چاہتے ہیں۔ ویسے دوستی قبول ہے۔ کبریٰ خان چوہان ہم آپ کو نہیں بھولے۔ بس کچھ مصروفیات کی بنا پر آنچل سے غیر حاضر رہے۔ اس لیے آپ کو مخاطب نا کرسکے۔ اب تو خوش ہونا آپ۔ پیاری حسینہ علی تمہاری خالہ سے خوش خبری سن کر تو میں حیران رہ گئی تھی امی جان بننے پر ڈھیروں مبارک باد اور ننھی گڑیا کو ڈھیروں پیار (ویسے نام کیا رکھا ہے بتانا ضرور) خدا منیب حسن کو آپ کا فرمانبردار بنائے آمین۔ شانزہ شانو خالہ بننے پر اور فائزہ بھٹی پھوپو بننے پر ڈھیروں مبارک باد۔ میری بجو کا بھی نو سال بعد بیٹا پیدا ہوا ہے پہلے ان کی دو بیٹیاں تھیں۔ اب دعا کرنا میں جلدی سے پھوپو جانی بھی بن جاؤں آمین۔ مدیحہ نورین مہک آپ کی شادی کا پڑھا بہت بہت مبارک باد کے ساتھ نیک تمنائیں۔ ڈاکٹر زارا آپ نے دوستی کی درخواست کی اور ہم نے قبول کی۔ سمیرا سواتی کہاں غائب ہوگئی ہو جلدی سے واپس آجاؤ۔ ورنہ میں کان پکڑوا کر اٹھک بیٹھک کراؤں گی تم سے (سچی) مشی خان علشبہ نور، اقراء جٹ، نجم انجم اعوان، لعل سسٹر نورین انجم، گلشن چودھری گل، حفصہ، زیلش ارشان، زور گل، تبسم بشیر حسین، تمنا بلوچ، تابی کھرل، ماہ رخ سیال، صائمہ مشتاق، فوزیہ سلطانہ، رقیہ ناز، ثنا فرحان، کوثر خالد، ارم کمال، فریدہ فری، انیلا طالب عائشہ شکیل گل، شازیہ ہاشم، افشاں سراج، نور چودھری، عنزہ یونس، اقراء ممتاز اور جن کے نام رہ گئے ان سے معذرت کے ساتھ سلام اور ڈھیروں دعائیں خط کافی طویل ہوگیا ہے اب اجازت چاہوں گی اللہ حافظ۔

(کرن شہزادی...... مانسہرہ)

سعدیہ رمضان سعدی اور آنچل